

قراۃ العین حیدر اور ہندی اساطیر

☆☆ شہیر احمد ☆☆

Shabbir Ahmad

ڈاکٹر الطاف یوسف زئی ☆

Dr. Altaf Yousaf Zai

ABSTRACT

Qurat ul Haider is the renowned Indian Urdu prolific Novelist and Short story writer of twentieth century. She started her literary career from childhood and become one of the famous female writers of the Indo Pak Sub continent. Anni Aapa (Nick name) had fantastic hold upon the historic events of several religions and civilizations like Aryains, Indians, Persians and Muslims etc. Aag Ka Dariya (River of Fire), published in 1959, one of her famous and most sold Novel became Magnum Opus (Great Work) in the history of Urdu Novel. In most of her Novels she has thrown light on several aspects of Hindu Mythology through different supernatural, primitive and romantic characters. Hindu or Indian Mythology is the reflection of beliefs, religious stories and fundamental ideology of the inhabitants of Indo Pak Sub continent.

اگر اردو ناول کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو اس کا آغاز انیسویں صدی میں سرسید احمد خان کی تحریک کے زیر اثر ہوا۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ سرسید احمد خان کی تحریک مغربی تہذیب اور فکری تصورات کی حامل تھی مگر جن محرکات کے زیر اثر اردو میں ناول نگاری کا آغاز ہوا انہیں مغربی تہذیب کے اثر سے معنون نہیں کیا جاسکتا۔ اس مشاہدے کا ثبوت ڈپٹی نذیر احمد کے پہلے

☆ اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

☆☆ ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

اصلاحی ناول "مراۃ العروس" کے دیباچہ سے کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مروجہ نصابِ تعلیم، مسلمان بچیوں کی تعلیم کی بنیادی ضروریات کو قطعی پورا نہیں کرتے۔ اردو ناول کے ابتدائی دور میں اصلاحی مضامین کے ساتھ ساتھ ہم عصر بوقلمونی، ناول کی ہیئت، تاریخی، مزاحیہ تاریخی اور معاشرتی موضوعات کو بہت اہمیت دی گئی تھی جیسے مراۃ العروس از مولوی ڈپٹی نذیر احمد، فسانہ آزاد از پنڈت رتن ناتھ سرشار، فردوس بریں از عبدالحمید شرر، امر او جان ادا از مرزا ہادی رسوا وغیرہ۔

ان کے ساتھ ساتھ مولانا راشد الخیری اور منشی سجاد حسین کے نام ناول کی تاریخ میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا راشد الخیری نے عورت اور اصلاح عورت کے ساتھ ساتھ اس کی معاشرتی حیثیت کو بھی بلند کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ابتدائی دور میں ناول اس زمانے کی ضروریات اور موجود تصوراتِ زندگی کے پیش نظر لکھا گیا لیکن جوں جوں اردو ادب میں لکھنے والوں کا اضافہ ہوا اور ہندوستان میں جدید تعلیم اور مغربی تصورات کا بول بالا ہوا تو ناول کے میدان میں بھی نئے نئے تجربات کیے گئے۔ مقصدی ناولوں کے ساتھ ساتھ تفریحی ناول بھی لکھے گئے۔ مقصدی ناولوں میں خشک مضامین، علمی اور معاشرتی مسائل، تہذیبوں کا تجزیہ اور کامیابی اور ناکامی کی وجوہات کو اہمیت دی گئی۔ بیسویں صدی کے ربع اول میں ناول کا بیانیہ یکسر بدل گیا بلکہ رومانوی جذبات و احساسات و مشاہدات کے دلچسپ بیان نے اس کا پیرائے ہی بدل کر رکھ دیا۔ ناول نگار نے آزادانہ طور پر معاشرتی بندھنوں اور پابندیوں کو طنز کا نشانہ بنایا اور احساسِ عشق و محبت کو اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی جسے اردو ادب میں بے حد سراہا گیا۔ اردو ناول میں مقصدیت کے حوالے سے مرزا محمد سعید، پریم چند، نیاز فتح پوری، فیاض علی، محمد مہدی تسکین نمایاں ناول نگار ہیں۔

اردو ناول نگاری کی تاریخ میں قرآن العین حیدر ایک منفرد ناول نگار کے طور پر سامنے آئی ہیں کیونکہ ان کے ناولوں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت اپنے پورے جو بن پر نظر آتی ہے۔ وہ ایک ایسے دور میں ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئیں جب ہر طرف تہذیبیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں اور ہر

قوم اور طبقہ اپنی ظاہری ساخت کو ایک محفوظ لبادہ پہنانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ مغربی استعمار مذہب کے ساتھ ساتھ تہذیب میں بھی اپنی فکر اور نظریات کو ہندوستانی اور دیگر اقوام عالم پر تھوپنا چاہتا تھا۔ اس تناظر میں آپ کے ناولوں میں ہندوستانی تہذیب و تمدن کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ایک سہارا ملنے کی امید نظر آرہی تھی۔ آپ نے اپنے ناولوں میں قدیم ہندوستانی تاریخ کے ان اہم کرداروں اور ان کے نظریات کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے جو اپنی مرگ کے بہت قریب آچکے تھے۔ قدیم اور جدید فکر و نظریات کا باہم ملاپ ایک ایسے ماحول کی اختراع تھا جو اپنے روشن ماضی کی طرح تابناک تو تھا لیکن اس میں جینے کی ایک امنگ باقی تھی۔ اس سلسلے کو مزید تقویت پہنچانے کی غرض سے آپ نے اپنے ناولوں میں جاسا طیر اور دیومالائی عناصر کا سہارا لیا ہے اور خصوصاً قدیم مذاہب اور ان کی فکر کو اپنے کرداروں اور کہانیوں کے ذریعے آگے بڑھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

قراۃ العین حیدر نے اپنی ابتدائی عمر ہی سے لکھنا شروع کر دیا۔ ان کی ادبی تخلیقات میں ناول "آگ کا دریا" ان کی وجہ شہرت بن گیا۔ یہ ناول ایک تاریخی ناول ہے جو وقت اور تاریخ کے وسیع پیمانے پر جھانکتا ہے۔ اس میں ایک ایسی کہانی بیان کی گئی ہے جو چوتھی صدی قبل مسیح سے لے کر ہندوستان اور پاکستان میں آزادی کے بعد کے دور کی طرف چلتی ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں "میرے بھی صنم خانے، سفینہ غم دل"، "پتھر کی آواز، روشنی کی رفتار، مختصر ناول (سیتا ہرن، دلربا، چائے کے باغات، اگلے جنم موہے بیانی کیجیو)، "کارِ جہاں دراز ہے"، "گردش رنگِ چمن"، "آخر شب کے ہمسفر"، "چاندنی بیگم"۔ ان کی پہلی مختصر کہانی "بی۔ چوہیا" بچوں کے رسالہ پھول میں شائع ہوئی اور انیس سال کی عمر میں اپنا پہلا ناول "میرے بھی صنم خانے" لکھا۔ ان کے ناولوں میں ہندی اساطیری عناصر کی موجودگی کے بارے میں بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اساطیر کے بارے میں چند بنیادی مباحث پر بات کر لی جائے۔

اسطورہ عربی زبان سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع اساطیر ہے۔ اس کا مادہ (س، ط، ر) یعنی سطر ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اساطیر کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان کے علاوہ اُردو اور فارسی زبانوں میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ اُردو زبان و ادب پر دیگر زبانوں کی طرح ہندی اور سنسکرت زبانوں کا گہرا اثر ہونے کی وجہ سے یہاں بھی اساطیر کے لیے

مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں مثال کے طور پر "دیومالا"، علم الاصنام " اور صنمیت کی اصطلاحات زیادہ معروف ہیں۔

اساطیر کا لفظ اُردو ادب میں فارسی ادب کا مرہونِ منت ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فارسی ادب میں قصے، کہانیاں پہلے پہل مثنوی کی صورت میں لکھی اور بیان کی جاتی تھیں ان میں فردوسی کا "شاہنامہ" ایک عمدہ مثال کے طور پر پیش کی جاسکتا ہے۔ اس مثنوی میں فردوسی نے پچاس سے زائد قدیم بادشاہوں اور ان کے حالاتِ زندگی اور واقعات کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ اس دور کی تہذیب و ثقافت، رسم و رواج، عبادات، جنگ و جدل، پیار و محبت، باہمی تعلقات، زبان و ادب غرض ہر پہلو پر لب کشائی کی جسارت کی گئی ہے۔ اردو ادب میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" اس کی ایک جدید شکل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ انہی عناصر کا اثر اُردو ادب کی دیگر اصناف پر بھی ہوا اور نثر میں خصوصاً داستان نویسی اور ناول نگاری پر اس کے اثرات کچھ زیادہ ہی ہوئے ہیں۔ انگریزی زبان میں "اسطورہ" کے لیے (Myth) کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور مجموعی فن کے لیے (Mythology) کی اصطلاح عام طور پر استعمال کی جاتی ہے۔

اساطیر کے ضمن میں ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ آج تک اساطیر کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں ان تمام میں واضح اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے اس لیے کسی عالم یا اساطیر شناس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی تعریف کو حتمی تصور کر لیا جائے۔ المنجد، فرہنگِ عامرہ، فرہنگِ تلفظ، فیروزالغات، جامع نسیم الغات، قاموس مترادفات، جامع الغات، قومی انگریزی اُردو لغت، لغت نامہ دھندا وغیرہ میں دی گئی اساطیر کی تعریفوں کو اگر یکجا کر دیا جائے تو اساطیر سے درج ذیل معنی اخذ کیا جاسکتے ہیں۔

کہانیاں، قدیم قصے، افسانے، خیالی قصہ، من گھڑت کہانی، خرافات، مذہبی حکایات، اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں، دیومالا وغیرہ۔

ان الفاظ کی مزید تشریح و توضیح کے لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُردو اور انگریزی زبان کی معروف و مشہور انسائیکلو پیڈیا کے بھی چند حوالے سامنے رکھے جائیں تاکہ اساطیر کے موضوع پر

مزید روشنی پڑ سکے اور اس کے مفہیم کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں "اساطیر" کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"اسطورہ (جمع اساطیر): عام معنوں میں فوق الفطرت اور دیوتاؤں کی کہانیاں۔ یہ ابطال کی کہانیوں سے (جن میں انسانی کارنامے ہوتے ہیں) اور پریوں کی کہانیوں سے (جو تفریح یا تعلیم کی غرض سے ایجاد ہوئیں) مختلف ہوتی ہیں۔ اساطیر اور بعض مذہب کے قصوں میں نسبتاً قریبی تعلق ہے۔ اساطیر میں مذہبی اور تمثیلی مقاصد بیک وقت موجود ہوتے ہیں یعنی اسطورہ نگار تجسم کے ذریعے سے فطرت کی توضیح کرتا ہے۔" (۱)

درج بالا تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اساطیر سے مراد وہ قصے کہانیاں ہیں جو مانوق الفطرت دیوتاؤں اور پریوں کی کہانیوں پر مشتمل ہیں جن کو ہر مذہب کے افراد نے اپنے ایمان اور مذہب کا ایک باقاعدہ حصہ بنایا ہے اور ان کے ذریعے اپنے ماضی کے قصوں اور داستانوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ "ادبی اصطلاحات" کے مطابق لفظ "اساطیر" سے یہ مراد لی جاتی ہے۔

"اساطیر Mythology: دیومالا، قدیم افسانوی قصوں اور دیوی دیوتاؤں سے متعلق آثار کو اساطیر، دیومالا یا علم الاصلام کہتے ہیں۔ اس ضمن میں یونانی، مصری اور ہندی دیومالا کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ نفس انسانی میں شاعری کی طرح دیومالا کا سرچشمہ بھی تخیل اولیٰ یا قصہ ساز فکر ہے۔۔ انسان یہ سمجھتا تھا کہ عناصر فطرت بھی اس کی خوشی اور غم کو محسوس کرتے ہیں اور اس کے ہم ذات ہیں۔ یہ قصہ ساز فکر آج بھی شاعری میں مستعمل ہے۔ آج کا شاعر بھی مظاہر قدرت سے اسی طرح ہم کلام ہوتا اور ان پر زندہ صفات کا اطلاق کرتا ہے۔ گویا دیومالا قصہ پارینہ نہیں بلکہ شاعری کی رگوں میں زندہ ہے۔ جدید علوم نے زبان کی تشکیل اور مذاہب کے ارتقا سے متعلق وضاحتیں کی ہیں اور ان کی قدر و قیمت کا اقرار کیا ہے۔" (۲)

اساطیر سے مراد کسی بھی قوم کی قدیم تاریخ، تہذیب، رسم و رواج، دیومالائی قصے کہانیاں، بادشاہت، فکر، معاشرتی، سماجی، سیاسی اور مانوق الفطرت عناصر کو بیان کرنا ہے۔ تاکہ قاری کے سامنے اس دور کی روایات اور تاریخ یک دم آجائے۔ ہند اساطیر سے بہت پہلے یونانی اساطیر کا عنصر ادب میں داخل ہو گیا تھا کیونکہ یونانی تہذیب و تمدن نے ایک عرصے تک دنیا کو اپنے دائرہ اثر سے باہر نہیں نکلنے دیا۔ آج ہندو یونانی تہذیب و تمدن کے اثرات دنیا کی مختلف تہذیبوں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغانے اپنی کتاب "تخلیقی عمل" میں اساطیر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"اسطور یا مہتمہ یونانی زبان کے لفظ "مائی تھوس" سے ماخوذ ہے جس کا لغوی مفہوم ہے "وہ بات جو زبان سے ادا کی گئی ہو"، یعنی کوئی قصہ یا کہانی، ابتداً اسطور کا یہی تصور رائج تھا لیکن بعد ازاں کہانی کی تخصیص کر دی گئی، یوں کہ اسطور اس کہانی کا نام پایا جو دیوتاؤں کا کارناموں سے متعلق تھی یا ان شخصیتوں کی مہمات کا بیان کرتی تھی جو زمین پر دیوتاؤں کی نمائندہ تھیں۔" (۳)

اساطیر یا دیومالادراصل کسی قدیم تہذیب کے دیوتاؤں اور مافوق الفطرت عناصر کی داستانوں کے مطالعہ کا نام ہے یہ ایک ٹھوس علم ہے جس کا مذہب اور اس کے عقائد کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور تقریباً تمام قدیم اور مشہور تہذیبوں کی دیومالائی معلومات فراہم کرتی ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ دیومالائی قصے کہانیوں کی بدولت انسان کو مظاہر فطرت اور قدرت کے عناصر کو سمجھنے میں خاصی آسانی پیدا ہوئی ہے۔ انسان کے پاس جب تک الہامی پیغام نہ پہنچا تو اس وقت تک انسان نے اپنے ارد گرد کی چیزوں کو سمجھنے کے لیے مافوق الفطرت قوتوں کا سہارا لیا اور ان کے بارے میں ایک رائے قائم کر لی جس نے عقیدے اور ایمان کی صورت اختیار کر لی۔ انسان نے ایک نامعلوم خوف سے بچنے کے لیے مظاہر قدرت کی پرستش شروع کر دی اور اسی طرح رفتہ رفتہ یہ عناصر دیومالا کی صورت میں انسان کے قریب آگئے اور مذہب کی شکل اختیار کر گئے۔ انسان نے جب اپنی تخلیق، کائنات کے وجود، بادل کے گرجنے، زلزلے اور طوفانوں کے برپا ہونے کے بارے میں سوال اٹھانا شروع کیے اور کسی دلیل کی عدم دستیابی کے باعث انھوں نے تہمت، دیوی دیوتاؤں اور ان سے جڑے ہوئے مذہبی لوگوں کی باتوں پر یقین کرنا شروع کر دیا اور جوں جوں وقت کی تہہ ان عقائد پر پڑتی رہی۔ ان کے برحق ہونے کا عوام کو یقین ہونے لگ گیا۔

ابتداءً آفرینش سے انسان نے اپنے ارتقائی سفر کو جاری و ساری رکھا۔ اس نے ایک ایسی طاقت کے سرچشمہ کو پالینے کی کوشش کی جو اس کی گناہ زیادہ طاقت ور تھی لیکن اس نے اپنی عقل و دانائی سے کئی ایسی طاقتوں کو زیر کر لیا جو اصل میں عقل و دانش میں اس سے کم تھیں۔ اس ساری کوشش اور نامعلوم کو پالینے میں اسے کافی عرصہ لگا اور اسی عرصے میں ان عناصر سے لڑتے لڑتے اس نے کئی کہانیاں اور قصے بھی یاد کر لیے جو اس دور میں وقوع پذیر ہوئے۔ انسان کامیاب ہوتا رہا اور

قصے کہانیاں وجود میں آتے رہے۔ ان لوگوں نے اپنے ہیر وز اور طاقتور انسانوں کے واقعات کو سینہ بہ سینہ محفوظ رکھا جو آج کے دور کے انسان کے لیے معلومات کا ایک ذخیرہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے آگے چل کر ڈاکٹر مہر عبدالحق مزید لکھتے ہیں۔

"یہ روایتی کہانیاں حقیقی تھیں یا ان میں تخیل کا آمیزہ زیادہ تھا، یا یہ بالکل فرضی تھیں کیونکہ مبالغہ آمیزی نے ٹھوس تاریخی واقعات کو بھی عقیدت مندی کے غلوئی درجے تک پہنچا دیا ہے چنانچہ تاریخ اپنی حدود سے نکل کر افسانوی ادب کا حصہ بن گئی ہے۔ ان روایتی کہانیوں کو اصطلاح میں "دیومالا" یا "متھ" Myth کہا جاتا ہے اور ان کا علم یا کہانیوں کا خصوصی مطالعہ Mythology۔" (۴)

ڈاکٹر مہر عبدالحق بھی اساطیری یا دیومالائی کہانیوں کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی ہے کہ کیا حقیقت میں یہ کہانیاں اسی طرح وقوع پذیر ہوئی تھیں یا یہ محض ایک تخلیق کردہ، خود ساختہ افسانوی کہانیاں ہیں۔ ان کے ہاں حقیقی واقعات کو بھی توڑ موڑ کر ایسی شکل میں پیش کیا گیا ہے کہ اب وہ اپنی ذات میں خود ایک افسانہ بن گئی ہیں۔ انسانی تاریخ میں جو حقیقی کردار ہیں آج ہمیں ان کے بارے میں جو بھی معلومات حاصل ہیں وہ مختلف روایات سے ہم تک پہنچی ہیں اور ہر روایت دوسری قوم کی روایت سے مختلف ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ ان میں کچھ جزئیات یا کردار کی عمومی خصوصیات قدرے مشترک ہیں اور واقعات بھی کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر حتمی فیصلہ کرتے ہوئے غالباً یا تقریباً کے الفاظ کا استعمال ہر صورت کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے سال اور زمین سے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعات کی تاریخ میں فرق پایا جاتا ہے اور ان کے ماننے والی ہر قوم میں اس حوالے سے ایک الگ داستان یا کہانی مشہور ہے۔

دیومالائی قصے کہانیاں ہر مذہب میں شامل ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کا مذہب سے گہرا رشتہ ہے اور اس نے اپنی ایمان اور عقائد کے حوالے سے ایک خاص نظریے کی سینہ بہ سینہ پاسداری کی ہے۔ یہ صدیوں پرانے رشتے اور ان سے پیدا ہونے والی انسیت کی بدولت ہر دور میں اسے اپنی اہمیت کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ اساطیری عناصر ایک مقدس یا مذہبی خیالات کا وہ مجموعہ ہیں

جو انسان کو وراثت میں ملے ہیں اور موروثیت کا پاس ہر انسان رکھتا ہے کیونکہ اسے اپنے سے پہلے آنے والوں کی زندگیوں کے بارے میں جاننے کی بہت خواہش ہوتی ہے۔ یہ فطرتی عمل ہے اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ چھوٹے بچے اپنی دادی یا دادا سے پرانے وقتوں کی کہانیاں سنانے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں اور بزرگ بھی بڑے ذوق و شوق سے ان کو اپنے زمانے اور اس سے بھی پہلے زمانے کی سنی ہوئی کہانیاں سناتے ہیں اور بڑے خوش بھی ہوتے ہیں۔ جنوں اور پریوں کی کہانیاں سننا اور سنانا تو معاشرے میں ایک عام معمول ہے۔ اسی طرح دیومالائی کہانیوں کا ذکر اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ ان کو سن کر انسان کے اندر مزید دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور تجسس کی وجہ سے وہ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ڈاکٹر آرزو چودھری اساطیر کے بارے میں رقم طراز ہیں۔۔

"اساطیر یا Myth، یونانی زبان کے لفظ Mythos سے ماخوذ ہے جس کے معانی ابتدا میں ایسی بات سے مراد لیے گئے جو زبان سے کہی جائے۔ بعد ازاں اس سے کہانی مراد لی جانے لگی۔ ایسی کہانی جس میں دیوی دیوتاؤں کا ذکر ہو۔ یہ دیومالائی قصے اور اساطیر فقط کہانیاں ہی نہیں بلکہ کسی ملک و قوم کی تاریخ، فلسفہ، تہذیب، ادب اور جغرافیہ بھی ہیں۔ ایک طرف اساطیر کسی دور افتادہ اور گم گشتہ زمانے کی نقش بندی کرتی ہیں تو دوسری طرف ازمنہ قدیم کے انسانی عقائد، ذہنی میلانات، عرفان و ایقان، فکر و آگہی، کردار، رہن سہن، رسم و رواج معاشی اور معاشرتی حالت، رزم و بزم، محبت، رقابت نیز طرز حکومت کی غماز بھی ہیں۔" (۵)

اساطیر کی اقسام کے حوالے سے مختلف ماہرین فن نے مختلف اقسام بتائی ہیں۔ کے۔ کے۔ بولے (k.k.Bolle) نے ان اصناف کی تعداد پانچ بتائی ہے۔ اسباب و علل کی کہانیاں، پریوں، جنوں کی کہانیاں اور لوک کہانیاں، جانوروں کی کہانیاں (Animals Stories) رزمیہ اور ساگا کہانیاں (Epic and Saga Stories)، لیجنڈ (Legends)، جبکہ لیوی سپنس (Lewis Spence) نے ان کی تعداد تین بتائی ہے۔ فوک لور (Folklore)، فوک ٹیل (Folk Tales)، لیجنڈ (Legends)۔ اس کے علاوہ ایک اور ماہر صنمیت میخائل جیمسن (Micheal Jameson) نے اساطیر کی چار اقسام کا ذکر کیا ہے۔ ساگا (Saga)، لیجنڈ (Legends)، لوک کہانیاں (Folklore) اور مارکین کی اساطیر وغیرہ۔ (۶)

قرآن جو کہ اسلام کی مقدس اور الہامی کتاب ہے اس میں بھی جگہ جگہ اساطیر کا لفظ استعمال ہوا ہے مثال کے طور پر سورہ الانعام آیت ۲۵، سورہ الانفال آیت ۳۱، سورہ النحل آیت ۲۴، سورہ المؤمنون آیت ۸۳، سورہ الفرقان آیت ۵، سورہ النمل آیت ۶۸، سورہ الاحقاف آیت ۱۷، سورہ القلم آیت ۱۱۵ اور سورہ المطففین آیت ۱۳ میں "اساطیر الاولین" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں اگلے اور پرانے زمانے کے لوگوں کے قصے وغیرہ۔

صدیوں سے انسانی حیات کی تاریخ میں سیلابِ عظیم یا طوفانِ نوح کے حوالے سے مختلف قسم کی روایات ملتی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آدمؑ کے بعد یہ دنیا نیست و نابود ہو چکی تھی اور پھر حضرت نوحؑ کی قوم پر سیلاب یا طوفان کی صورت میں جو عذاب آیا اس کے بعد ایک نئی قوم یا نسل آباد ہوئی۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ اسی بنا پر حضرت نوحؑ کو آدمؑ ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ غرض ایک ایسی تبدیلی کا ذکر دنیا کی ہر قوم کی مذہبی اور تہذیبی روایات میں ملتا ہے کہ نسلِ انسانی کا دوبارہ احیا ہوا۔ تمام الہامی کتابوں اور مذاہب میں اس کا ذکر مختلف حوالوں سے موجود ہے روایات میں کمی بیشی ہر جگہ موجود ہے۔ اس طوفان کا ذکر قدیم عراق، ہندوستان، سامی کتابوں، مذہبی حوالوں اور اسلامی اساطیر میں ملتا ہے۔ سُمیری اساطیر میں "زی اُسدر"، گل گامش کی کہانی میں "اُت ناپشتم"، یونان میں پروہ تھیسس، ہندوستان میں "منو" اور اسلامی اساطیر میں "طوفانِ نوحؑ" کے نام سے موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ مصری، چینی، عراقی، بابتی اور جاپانی اساطیر میں بھی مختلف صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

قرآۃ العین حیدر نے تقریباً اپنے تمام ناولوں میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی مذہب اور تہذیب میں پائی جانے والے دیومالائی قصے اور کہانیوں کو اپنے ناولوں کی زینت بنایا ہے۔ ان کے ناولوں میں ہندوستانی تہذیب و تمدن کی عکاسی جگہ جگہ دیکھی جاسکتی ہے۔

ہندوستان کا شمار اپنے تہذیبی لحاظ سے دنیا کے قدیم ترین ملکوں میں ہوتا ہے اور اس خطے کی تہذیب و ثقافت بھی بابل، نینوا اور مصر کی طرح قدیم ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی شناخت ہندو مذہب ہے جو کہ دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کی بنیاد چار چیزوں پر مشتمل ہے جن کو انکے رشیوں اور منیوں نے ترتیب دیا ہے۔ ان میں رگ وید، یج وید، سام وید اور

اتھروید اہم ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو مذہب میں اساطیری رزمیہ نظمیں ہیں جن کے نام رامائن اور مہابھارت ہیں اور جن میں رام اور سیتا کا قصہ درج ہے۔ ویدوں کے بارے میں علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں۔

"رگ وید کے بعد تین وید اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جب آریا پنجاب سے آگے بڑھ کر گنگا جمنہ

کی

وادی میں آباد ہو چکے تھے اور ملکی باشندوں کی رسوم و روایات ان میں گھر کر چکی تھیں۔ چنانچہ یجر

وید

میں گائے کو مارنا سنگین جرم بن گیا جس کی سزا موت تھی۔ رگ وید میں ناگ پوجا کا ذکر نہیں

ماتا لیکن

یجر وید میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ یجر وید میں رسوم و عبادات کا طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ رگ وید

میں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے یگیہ کرتے تھے۔ اب یہ عقیدہ ابھرنے لگا کہ یگیہ کر کے

دیوتاؤں کو حسب مرضی کام کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ گویا پروہت دیوتاؤں پر متصرف ہو

گئے۔ سام وید میں گانے بجانے کے اصول درج ہیں اور اتھروید میں سحر و طلسمات کے منتر دیے گئے

ہیں جن سے امراض جسمانی کا علاج بھی کیا جاتا تھا اور محبوبہ کے دل کو رام بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۷)

ہندوستانی اساطیر میں دیوی اور دیوتاؤں کی تشکیل بھی عجیب و غریب طریقے سے کی گئی ہے

اور ہر ایک دیوی اور دیوتا کے لیے علیحدہ علیحدہ عمل رکھا گیا ہے۔ ان کے افعال تخریبی اور تعمیر

دونوں پہلوؤں کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔ ہندوستانی دیومالا یا صنمیت کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ ان

میں سے اکثر و بیشتر کردار مرتکز ہیں اور ہر کردار یا تو مظاہر فطرت میں سے کسی مظہر یا عمل سے وابستہ

ہیں یا پھر کسی انسانی صفات اور خصوصیات کے حامل کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ

حیوانات، پرندوں، نظام شمسی اور دریاؤں کے بارے میں الگ الگ دیومالائی قصے کہانیاں مشہور

ہیں۔ ہندو دیومالا یا ہندوستانی اساطیر میں وہ قصے کہانیاں شامل ہیں جو دراصل ہندو ادب اور مذہبی

کتبوں کا سرچشمہ ہیں۔

ویدک مذاہب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آریا ہندوستان آنے کے بعد چند صدیوں میں اپنی زبان بھول گئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی خصوصیات کھوتے چلے گئے۔ انہوں نے یہاں کی مختلف قوموں کے تمدنی اثرات، عقائد اور رسوم کو قبول کر لیا اور ان دیوتاؤں کو بھی جن کی پرستش غیر آریا کرتے تھے، اپنے دیوتاؤں میں شامل کر لیا۔ مگر وہ اپنی انفرادیت اور نسلی برتری کو کھونے کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طرف ہر اس جماعت اور مذہب سے ٹکرنے کی ٹھانی جس نے ان کی عظمت سے انکار کر دیا اور دوسری طرف اپنی ذاتوں کی بندش کو سخت کر کے عقائد و رسوم کا جال ایسا پھیلا دیا کہ لوگوں کے لیے اس سے نکلنا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے ویدی عہد کی مذہبی کتابوں اور دیوتاؤں کو احترام کے دائرے میں محدود کر دیا اور نئی کتابوں کی تصنیف اور نئے دیوتاؤں کی شمولیت سے مذہبی نظام قائم کیا اور اس پر نئی کتابوں میں اس نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ دھرم شاستر اور پران میں کو سب سے اہمیت حاصل ہوئی۔ خرافات، ضمیات، عقائد اور رسوم کے لیے پران نے ان کو مواد فراہم کیا اور عملی زندگی کے مطالبات کو دھرم شاستر نے پورا کیا۔ برہما، شیوا اور وشنو کو تسلیم کر لیا گیا اور الوہیت کی ان تینوں شکلوں کو تری مورتی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ برہما کو پہلے افضل مانا گیا اور سرسوتی کو جس کی سواری مور ہے اس کی بیوی بتایا گیا، نیز اسے علم اور دانائی کی دیوی بتایا گیا۔ پھر برہما کی عظمت کم کر کے اس کی پرستش روک دی گئی اور وشنو اور شیوا کو اس پر فوقیت دے کر اس کی کمتری کا اعلان کر دیا گیا۔

رامائن ہندو مذہب کی مقدس کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں مذہبی احکامات پر زیادہ بحث نہیں کی گئی ہے کیونکہ یہ رام چندر کی ان جنگوں کی داستان ہے جو انھوں نے اپنی بیوی سیتا کو لنکا کے بادشاہ راوَن سے چھڑانے کے لیے لڑیں۔ ان جنگوں میں جو قصے کہانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں دیو مالائی رنگ جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے جو ہندو مذہب میں آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ رام اور سیتا کی داستان دیگر داستانوں کے مقابلے میں زیادہ کشش رکھتی ہے کیونکہ اس میں مافوق الفطرت عناصر کوئی عام ہستیاں نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس طاقت اور طلسماتی ہتھیار بھی ہیں جن کی مدد سے وہ دشمن کی فوجوں کے خلاف جنگ میں رام کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمن کو تہس نہس کر

دیتے ہیں۔ اس داستان میں رام اور سیتا کے علاوہ ہنومان دیوتا (جسے بندر کی صورت پر دکھایا گیا ہے)، اور کچھن کا اہم کردار بھی دکھائی دیتا ہے۔ کہیں یہ کردار مکمل دیوی اور دیوتاؤں کی صورت میں نظر آتے ہیں اور کہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی دیوتا کے اوتار ہیں جو زمین پر اپنے بندے کی مدد کرنے کے لیے پہنچ آئے ہیں۔ رامائن میں دیگر مذہبی کتابوں کے برعکس کچھ نئے دیوی اور دیوتاؤں کے حوالے بھی ملتے ہیں جیسے دیوتاؤں میں سنگریو، ہنومان، نیلا، کویر اور سوشین وغیرہ۔ اس کے علاوہ بعض جانوروں کا بھی تذکرہ آیا ہے مثلاً بندر، رچھ، گدھ، عقاب، شیش ناگ اور سانڈ وغیرہ۔ قراۃ العین حیدر نے اپنے ناولوں میں ہندو مذہب کی اساطیر اور دیومالائی کہانیوں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ برتا ہے۔ مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی زندگی کے ساتھ جڑے ہوئے قصے کہانیوں کو ناول کے کرداروں کے ساتھ اس طور پر نتھی کیا ہے کہ جیسے وہ مافوق الفطرت کردار اور دیومالائی عناصر خود اپنی ذات کی تشریح کرنے ناول میں آٹپکے ہوں۔ انھوں نے ہندومت کی مقدس کتابوں رامائن اور گیتا سے اس قدر حوالے دیے ہیں کہ قاری یہ محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے کہ مصنفہ کو ہندومت کے بنیادی عقائد اور فلسفے سے کس قدر دلچسپی اور معلومات حاصل ہیں۔

قراۃ العین حیدر نے اپنے ناولوں میں ہندو مذہب کی مختلف اساطیر کو بروئے کالایا ہے جن میں پیما، سمرن، کنٹھی، مالا، مروا، دونا، برچھی، کرچھے، بھالا، اشنان، بگیا، گنگا، جمنا، زُنا، ناگ، برہمن، راو، ن، ارجن، بھیم، کچھن، سرہجن، دیوالی، رام، کرشن، گونی، رادھا، کشن، جوگی، گنیش، مہادیو، بیراگ، جوگ، تلسی، قشقہ، ناقوس، بندراہن، گوپال، مہنت، کنڈ، شو، کاشی، پراگ، گھنٹام، دھرم، گوتمی، ہولی، دیوالی، بسنت، پھیل، کونل، رائے بیل، چنیل، تلسی، گیندے کے پھول، کنول، ٹیکا، ستی، تعویز گنڈے، جھاڑ پھونک، وغیرہ جیسی علامات اور اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ ان کے ناولوں میں موجود ہندو اساطیر کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

کرم:-

"تب اس نے اپنی کٹی ہوئی انگلیوں کو دیکھا اور سوچا کہ یہ اس کے کرم کا پھل ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کرم کے فلسفے سے اسے بڑا سکون حاصل ہوا۔ اگر یہ فلسفہ میرے پاس نہ ہوتا تو میں

سوچ سوچ کر دیوانہ ہو جاتا۔" (۸)

ہنومان :-

"اگلے جنم موہے بیٹیانہ کبھیو" میں درما صاحب اور رشک قمر کی پہلی ملاقات کا احوال اس طرح بیان کرتی ہیں۔۔۔

"پچھلے ہفتے ہم گئے تھے علی گنج کے میلے والدہ کو لے کر وہ بے چاری ہنومان جی کے مندر جا جا کر ہمارے لیے مٹیں مانتی ہیں کہ ہم راہر است پر آجائیں یعنی اپنا گھر بسائیں۔ اب خدا کی قدرت دیکھیے کہ والدہ تو مندر کے اندر۔ ہم ذرا کیمرہ لے کر نکلے برائے مٹر گشت تو آپ نظر آ گئیں۔" (۹) یگیہ (قربانی) :-

ہندو رسوم میں یگیہ یعنی قربانی کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہ آریاؤں کی قدیم رسم تھی جو موجودہ دور میں بھی کسی نہ کسی صورت میں قائم ہے۔ ہندومت کی قدیم مذہبی کتابوں میں مختلف راجاؤں کے عہد میں گھوڑے کی قربانی کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں آدمی کی قربانی بھی رائج تھی۔ ہندومت میں جانوروں کی قربانی کو بہت اہمیت حاصل ہے اور آج بھی کالی کے مندر میں سینکڑوں جانور قربان کیے جاتے ہیں۔ قراۃ العین حیدر اس حوالے سے "آگ کا دریا" میں لکھتی ہیں۔۔۔

"جانوروں کو مارنا ہزاروں برس سے برہمنوں کا خاص مشغلہ رہا ہے، جب یہ آریا مشرقی یورپ اور وسط ایشیا کی چراگاہوں میں گھومتے تھے۔ تب زندہ رہنے کے لیے اور گرم رہنے کے لئے درندوں کا شکار ان کے لئے ضروری تھا۔ اسی وجہ سے گنگا اور جمنا کے انٹرویڈی علاقے میں آن کر بسنے کے بعد ان کی معرفت اور ان کے فلسفے کے ارتقا میں جانوروں کے خون بہانے کا بڑا دخل رہا، ان کی کوئی عبادت قربانی کے بغیر مکمل نہیں تھی۔ خود تخلیق کائنات، مابعد الطبیعات کے نقطہ نظر سے ایک عظیم آفاقی قربانی تھی۔ سام وید کے اصولوں کے مطابق قربان گاہ ایک زبردست رمزیت کی حامل تھی اور کائنات کی کلیت اور اس کے بقا کی علامت تصور کی جاتی تھی۔ چکرورتی راجہ کے لیے گھوڑے کی قربانی لازمی تھی۔" (۱۰)

گنگا:-

ہندوؤں کے ہاں کئی دریا ند ہی حیثیت کے حامل ہیں اور ان کے بارے میں ان کی مقدس کتابوں میں بھی ذکر آیا ہے۔ قرآۃ العین حیدر نے ان مقدس دریاؤں کو اپنے ناولوں میں استعمال کیا ہے۔ گنگا کے حسن کا اندازہ کیجئے۔ "انگل راج ونش کہہ رہے تھے۔" میں دیش کے سارے دریاؤں

پر تیرا

ہوں۔ گوداوری، بیونا، پدما۔ لیکن اپنی گنگاماں کی تعریف کیسے کروں۔ "ہم سب کے دل میں گنگا ماں کے خالص اپنے ہونے کا احساس شدید ہو گیا۔" (۱۱) سیندور:-

"میر سٹر صاحب مسکرائے۔" سیندور کا سارتر سے کیا تعلق ہے؟

"میاں جان۔ سیندور ہندو عورتوں کی غلامی کی نشانی ہے، دقیانوسیت کا سہیل۔ ہمارے کے ہاں کالج کی چوڑیاں۔ حیدر آباد میں کالی پوتھ۔ ساؤتھ میں منگل سوتر۔" (۱۲) ناولٹ "سیتا ہرن" کی مرکزی کردار سیتا جب عرفان کے ساتھ سندھ کی سیر کرنے اور اپنے پرانے گھر کو دیکھنے جاتی ہے تو اس کی عرفان کے ساتھ سندھ کی تاریخ کے بارے میں بڑی بحث ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر۔۔۔

"مئی بتایا کرتی تھیں کہ پرانوں میں لکھا ہے کہ راجکمار سب کی اولاد بلوچستان میں پھیلی۔ اور اجداد ہیا کے رام چندر کے بھائی بھرت سندھو دیش کی راج گدی پر بیٹھے۔ وہ بڑے یقین سے کہتی ہیں کہ مہا بھارت کے بعد کالی یگ شروع ہو گیا۔ اس وجہ سے اس کے بعد پرانوں میں سندھ کا ذکر نہیں ملتا" (۱۳)

موجودہ پاکستان میں قدیم ہندو مندروں کے بارے میں سیتایوں ذکر کرتی ہے۔۔۔

"پراچین زمانے میں میر پور خاص میں برہما کی بڑی سندر مورتی کا مندر تھا اور ملتان میں سورہ کا مندر تھا۔ سہوان میں پرانے آریوں نے شیو کے مندر بنائے تھے۔" (۱۴)

پپیل :-

ہندو مذہب میں پپیل کے درخت کو مقدس درخت کے طور پر مانا جاتا ہے۔

"تم ہندو لوگ پپیل کی شاخ کاٹنے پر اتنا ملہ کیوں کرتے تھے؟ ہر دوئی میں جب بھی تعزیہ پپیل

میں اٹکا اور ہوا سر پھٹول۔" "پپیل میں مہادیو جو رہتے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ آئی سی!" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "پپیل کی بھی ہماری زندگیوں میں عجیب و

غریب اہمیت تھی۔ اماں کہتی تھیں کہ پپیل میں چڑھیلیں رہتی ہیں۔ پپیل کے نیچے شہید مرد کے مزار ہوتے

تھے۔ ہر دوئی میں میرے گھر کے سامنے پپیل کا جو درخت تھا اماں کبھی ہم بچوں کو دونوں وقت ملتے اس کے نیچے

نہیں جانے دیتی تھیں کہ سایہ نہ ہو جائے اور روز شہید مرد کے مزار پر چراغ جلواتی تھیں۔" (۱۵)

دیوی / دیوتا / جوگی / سانپ / شو :-

"بس جیسے ہندوؤں کے یہاں ہر چیز کے لیے ایک نہ ایک دیوی دیوتا ایجاد کر لیا جاتا ہے، اسی طرح

مسلمانوں کے یہاں ہر چیز کے لیے الگ الگ پیر بن گئے۔ راگوں کے پیر، مٹی کے برتنوں کے پیر،

پنگوڑے کے پیر، سارا سندھ پیروں کا دیس بن گیا۔ سانپوں کے منتر جاننے والے جوگی سب مسلمان

ہوتے تھے مگر شو کے فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور گورکھ ناتھ کو مانتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی

ساتھ رمضان کا مہینہ ہندوؤں کے لیے پوتر بن گیا اور وہ تعزیوں کے سامنے نذر و نیاز چڑھانے

لگے۔" (۱۶)

رادھا :-

"دوسرے ٹیلے پر برگد کے نیچے ایک اور تاریک مندر تھا۔ اندر گھپ اندھیرے میں ریشمین کپڑوں

میں ملبوس رادھا کی قد آدم مورتی اوندھی پڑی تھی۔" (۱۷)

رسومات :-

"ہمارے یہاں ایک بڑی ڈراؤنی رسم تھی۔" اس نے چند لمحوں کے بعد پھر کہنا شروع کیا۔ "کہ اگر

کوئی آدمی کنوارا مر جائے تو اسے سرخ کپڑوں میں لپیٹ کر شمشان لے جاتے تھے اور زور زور سے

ڈھول بجایا جاتا تھا۔ گویا موت کے ساتھ ساتھ اس کا بیاہ بھی ہو گیا۔" (۱۸)

دیوتا :-

"چیت کے مہینے میں بڑا بھاری میلہ ہوتا تھا۔ دراصل ہمارا سب سے بڑا خدا یہی دریا تھا۔ کیوں کہ ریگستان میں

بہتا تھا جس طرح پراچین مصر والے نیل کو دیوتا مانتے تھے۔ اسی سکھر میں مچھلی کی پیٹھ پر سوار دیوتا کا مندر تھا۔

اسی کو مسلمان دریا پیر اور خواجہ خضر کہتے تھے۔ جنوبی پنجاب کے ہندو اسے دریا صاحب کہتے تھے۔" (۱۹)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اساطیر یاد یومالانے مذہب اور تہذیب پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور آج ہم اگر دنیا کے جملہ مذاہب اور تہذیبوں پر سرسری نظر ڈالیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان عناصر نے ہر تہذیب و ثقافت کو اپنے زیر سایہ رکھا اور اس کے اثرات باآسانی دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہی اثرات جب ایک ملک یا تہذیب سے دوسری تہذیب میں داخل ہوئے تو مذہبی عقائد کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ زبان و ادب پر بھی اپنی چھاپ چھوڑ گئے۔ شاعری اور نثر کی تمام اصناف میں یہ اساطیری رجحانات ایک مکمل تحریک کی صورت میں آگے بڑھتے رہے۔ دیگر زبانوں کی طرح اساطیری عناصر نے اردو زبان و ادب کو بھی بہت متاثر کیا۔ نظم ہو یا غزل، کہانی ہو یا داستان، مرثیہ ہو یا قصیدہ، غرض ہر اصناف ادب کے اندر یہ عناصر مختلف صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اساطیر شناسی کی روایت تو بہت قدیم ہے مگر اس کو بطور علم و فن کے بہت بعد کے دور میں برتا گیا۔ اس کے برعکس ان اساطیری یاد یومالائی عناصر کو علامت، تلمیح، اور تمثیل کے طور پر اردو شاعری اور نثر میں بروئے کار لایا گیا ہے۔ ہماری اردو شاعری اور نثر میں اکثر و بیشتر مثالیں ایسی مل جاتی ہیں جن کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہمارے ادیب اور فنکار اس علم و فن کی کس حد تک پرکھ رکھتے تھے۔ دراصل اساطیری عناصر تاریخ کا وہ انمول ذخیرہ ہیں جن کی بدولت اگلے وقتوں کے لوگوں کی تہذیب، تمدن، زبان و ادب، رہن سہن کا احوال قاری اور عام آدمی کی دسترس میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو جب ہم کسی اسطورہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں دراصل ایک کہانی یا قصہ ہی بیان کیا جاتا ہے۔ اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ افسانہ اور ناول اساطیری یاد یومالائی کہانیوں کو بیان کرنے کا ایک بہتر پیرایہ ہے۔

حوالہ جات

- (1) اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا (جلد اول)۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء، ص ۹۵
- (2) انور جمال، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۷
- (3) وزیر آغا، ڈاکٹر، تخلیقی عمل، لاہور، ابلاغ پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱
- (4) مہر عبدالحق، ڈاکٹر، ہندو صنمیاں، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص ۱
- (5) آرزو چوہدری، ڈاکٹر، عالمی داستان، عظیم اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۶
- (6) <http://en.wikipedia.org/wiki/mythology>
- (7) جلاپوری، علی عباس، روایات تمدن قدیم، تخلیقات، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۶۵
- (8) قراۃ العین حیدر، آگ کادریا، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۳۱
- (9) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۵۵
- (10) قراۃ العین حیدر، آگ کادریا، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۷۳
- (11) قراۃ العین حیدر، سفینہء غم دل، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱
- (12) قراۃ العین حیدر، چاندنی بیگم، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۵
- (13) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۸۹
- (14) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۸۹
- (15) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۹۰
- (16) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۹۱
- (17) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۹۸
- (18) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۹۹
- (19) قراۃ العین حیدر، چارنولٹ، سنگِ میل پہلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۹۹